مدارس کے خلاف خطرناک منصوبہ

سعید نوابی

تمام مذاہب میں عبادت گاہ اور مدرسہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہودی اپنے بچوں کو ۱۱ سال کی عمر تک مذہبی تعلیمی اداروں میں بھیجتے ہیں۔ یہودیوں کا اپنے ''مدارس'' سے گہرا تعلق رکھنے کا نتیجہ ہے کہ کوئی یہودی اپنا مذہب بمشکل ہی تبدیل کرتا ہے۔ عیسائیوں کا یہودیوں کی نسبت اپنے ''مدارس'' سے تعلق کمزور ہے۔ اس وجہ سے عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد مذہب تبدیل کر لیتی ہے۔ مسلمانوں کا تعلق مسجد و مدرسہ سے جب جب کمزور پڑا تب تب انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تفصیل جاننے کے لئے آپ تاریخ اسلام کی کسی مستند کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

۹/۱۱ سے قبل عموماً اور ۹/۱۱ کے بعد خصوصاً مغرب کے تھنک ٹینکس نے بہت سوچ و بچار کے بعد کچھ نتائج نکالے ان میں سے ایک اہم نتیجہ یہ نکالا کہ جب تک دینی مدارس کے نظام کو کلی طور پر ختم یا کم از کم کمزور نہیں کیا جاتا، تب تک مسلمانوں میں ایسا طبقہ موجود رہے گا جو غیر مسلموں کی بالادستی کسی صورت قبول نہیں کرے گا۔ یہی طبقہ نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہی وہ طبقہ ہے جو جہاد کا نعرہ بلند کرتا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا جاتے ہیں۔ مسجد اور مدرسہ ہی وہ جگہ ہے جو دراصل پاور ہاؤس کا کام کرتا ہے۔ جب تک یہ پاور ہاؤس باقی ہیں تب تک روشنی پھیلتی رہے گی، بلب توڑنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا روشنی کو پھیلنے سے روکنا ہے تو پاور ہاؤس پر حملہ کرو چنانچہ اس منصوبہ پر غور شروع ہوا۔ تھنک ٹینکس کی تجاویز کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ فیصلے کئے گئے آج ان فیصلوں کے اثرات پوری دنیا میں محسوس کئے جا رہے ہیں۔

میرے ایک دوست ایک اہم عہدے پر فائز ہیں وہ اکثر بیرونی ممالک کے دورے پہ رہتے ہیں ان کی عالمی امور پر گہری نظر ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا ''مدارس کو کمزور کرنے کے لئے جو منصوبہ بندی کی گئی ہے، اس کے کئی مراحل ہیں۔ ابتداً مدارس کے حوالے سے سخت رویہ اپنایا گیا لیکن جب مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوئے تو حکمت عملی تبدیل کر دی گئی۔ نئی حکمت عملی یہ ہے مدارس کی مخالفت کرنے کی بجائے ان مدارس یا اداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے، جہاں ''روشن خیالی'' کی جھلک نظر آئے اور جہاں ''وقت کے تقاضوں'' کے نام پر نئی نئی تبدیلیاں لائی جا رہی ہوں اس کا فائدہ

یہ ہوگا کہ مغرب پر مدارس کی مخالفت کا جو الزام ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ روشن خیال اور ماڈرن مدارس کی حوصلہ افزائی کے نتیجے میں ''بنیاد پرست مدارس'' خود بخود دباؤ میں آجائیں گے اور انہیں مجبوراً اپنے نظام میں وہ ''مثبت تبدیلیاں'' لانی پڑیں گی جو مغرب کو مطلوب ہیں۔ اس منصوبے پر کام شروع ہوا تو اس کے ''بہتر'' نتائج سامنے آنے لگے، چنانچہ آج پورے زور وشور سے اس منصوبے پر عمل ہو رہا ہے اور ان کا سب سے بڑا ہدف پاکستان ہے۔ آپ تھوڑا غور کریں تو آپ کو ساری صورتحال سمجھ آجائے گی۔ پاکستان میں آج ان مدارس کی خوب تشہیر کی جارہی ہے جن میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم دی جارہی ہے۔ مغرب کے نمائندے اور پاکستان میں ان کے کارندے اس خطرناک منصوبے پر انتہائی مہارت سے کام کر رہے ہیں۔ ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ جس مدرسے میں ''روشن خیالی'' داخل ہو چکی ہو وہ وہاں دورہ کرتے ہیں اس دورے میں وہ طلباء اور اساتذہ کے سامنے ان کے نظام کی خوب تعریف کرتے ہیں اور باقی مدارس کو اس ''منفرد نظام'' کی تقلید کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ دورے کے دوران وہ موری اور تصاویر بناتے ہیں۔ یہ تصاویر اخبارات میں شائع ہوتی ہیں اور خبر میں دورے کی تفصیل ان الفاظ کے ساتھ دی جاتی ہے کہ یورپ کے فلاں ملک کے فلاں وزیر یا فلاں سفیر نے فلاں ادارے کا دورہ کیا اور وہاں کے نظام تعلیم کو دیکھ کر بڑے اطمینان اور بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ان ماڈرن مدارس کی ویڈیو فلمیں مختلف چینلز پر دکھائی جاتی ہیں۔ ملک کے اندر روشن خیال طبقہ ہر موقع پر ان روشن خیال مدارس کی تعریف کرتا ہے اور انہیں دوسرے مدارس کے لئے ماڈل قرار دیتا ہے۔ آپ دیکھیں وفاق المدارس میں لاکھوں طالب علم امتحان دیتے ہیں۔ ان میں سے جو طلباء پوزیشنیں حاصل کرتے ہیں کوئی وزیر، سفیر، بیوروکریٹ، یا سیاستدان ان کی تعریف میں ایک جملہ بھی نہیں کہتا لیکن جب کوئی ماڈرن مدرسہ کسی بورڈ وغیرہ میں کوئی پوزیشن حاصل کر لیتا ہے تو اس کو خوب اٹھایا جاتا ہے اس کی بھرپور تشہیر کی جاتی ہے اور اسے دوسروں کے سامنے ماڈل بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس پروپیگنڈے کا اثر یہ ہو رہا ہے کہ بعض خواص بھی متاثر ہو چکے ہیں حالانکہ انہیں خوب معلوم ہے روشن خیالی اور جدت پسندی کا یہی سلسلہ جاری رہا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا''۔

ہمارے دوست ارشد محمود نے ہمیں بتایا ''امریکی تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن کی طرف سے ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ مسلم معاشروں پر کیسے قابو پایا جائے۔ اس رپورٹ کا وہ حصہ جس میں مدارس کا ذکر ہے اس میں لکھا ہے مدارس اور مساجد کے لئے اصلاحات کے منصوبوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ مدارس ایک کشادہ سوچ اور جدید تعلیم دیں۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں اور امتحانی بورڈوں کی تشکیل نو کی جائے گی اور انہیں مضبوط بنایا جائے گا''۔

میرے دوست نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''امریکہ اور یورپ کی مدارس کے خلاف اس حکمت عملی

کو اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ گزشتہ تین سال کے اخبارات کا جائزہ لیں اگر آپ کے پاس اتنا وقت نہیں تو آپ اپنے شہر کے مدارس کا جائزہ لے لیں آپ دیکھیں گے جو مدارس جدت پسندی اور روشن خیالی کی طرف مائل ہیں ان کی زبردست حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ میڈیا ان کو خوب اٹھا رہا ہے۔ سرکاری افسران، سیاست دان اور سفارت کاران کے گن گا رہے ہیں جب کہ حقیقی مدارس کا کوئی نام لینے کو تیار نہیں۔ اسلام آباد میں جامعہ فریدیہ اور جامعہ حفصہ میں طلباء اور طالبات کی تعداد پانچ ہزار سے زائد ہے اور اگر ان کی شاخوں کی تعداد بھی شامل کی جائے تو یہ تعداد ۱۰ ہزار سے زائد بنتی ہے۔ جامعہ فریدیہ میں اگر آپ جا کے دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ اساتذہ اور طلباء کس قربانی سے تعلیم و تعلم کے کام میں لگے ہیں مگر صورتحال یہ ہے کہ اسلام آباد نہیں بلکہ پاکستان کے ان بڑے مدارس کو میڈیا کوریج دیتا ہے، نہ سرکاری افسران اس کے حق میں کلمہ خیر کہتے ہیں اور نہ ہی سفارت کار، سیاستدان اور افسران انہیں شاباش دیتے ہیں آخر کیوں؟ اس لئے کہ یہ خالص مدرسہ ہے اور خالص مدرسہ امریکہ کو پسند ہے نہ یورپ کو اور نہ ہی ہمارے روشن خیالوں کو۔

''آج تک مدارس کے خلاف جتنے منصوبے بنائے گئے ان میں سے یہ منصوبہ سب سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ اس میں لوہے کو لوہے سے کاٹنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ اس منصوبے پر عملدرآمد سے قبل پاکستان میں ایک خفیہ سروے کر کے معلوم کیا گیا کہ ایسا مدرسہ جس میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم دی جائے گی، اس کے حوالے سے پبلک کا، ریسپانس کیا ہوگا؟ سروے رپورٹ میں بتایا گیا پاکستان میں ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو بعض وجوہات کی بناء پر ہر صورت، بچوں کو مدارس میں بھیجتا ہے اگر ان لوگوں کو ایسی جگہ مل گئی جہاں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم ہو تو وہ عصری تعلیم کی خاطر لازماً اپنے بچوں کو وہاں داخل کرائیں گے گویا ایسے ماڈرن اداروں کو طلباء کی کمی کا مسئلہ آڑے نہیں آئے گا۔ پاکستان میں چونکہ غربت بھی ہے اس وجہ سے بہت سے لوگ اپنے نظریات کی بھی پرواہ نہیں کرتے، اگر ان کے بچوں کو مفت میں عصری تعلیم مل جائے تو انہیں اور کیا چاہیے''۔

میرے دوست نے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''کتنے افسوس کی بات ہے آج ہم ہر وہ کام کرنے کے لئے تیار ہیں جس سے امریکہ اور یورپ خوش ہو جائے۔ مغرب کی اور ان کے کارندوں کی خواہش تو یہ ہے کہ مدارس، اسکولوں اور کالجوں میں تبدیل ہو جائیں، لہٰذا اگر کوئی مدرسہ اس طرف قدم اٹھاتا ہے تو اسے خوب شاباش ملتی ہے۔ آج جو دینی علوم کے ساتھ آرٹس کے مضامین پڑھا رہے ہیں ان کی واہ واہ ہے، کل جو ایک قدم اور آگے بڑھ کے دینی مضامین کے ساتھ سائنس پڑھائے گا اس کی اور زیادہ واہ واہ ہوگی، جگہ جگہ اس کی مثالیں دی جائیں گے اس مدرسے کے مہتمم کو امام انقلاب کہا جائے گا۔ ان کے سٹیج پر آ کر لوگ ان کی توصیف کریں گے کہ یہ ہے اصل مدرسہ جہاں قرآن، حدیث، فقہ تفسیر، صرف، نحو کے ساتھ فزکس، کیمسٹری، کمپیوٹر، بیالوجی، ریاضی اور انگلش پڑھائی جارہی ہے۔ ماضی میں مدارس کے

اندر یہی ہوا کرتا تھا۔ خدا جانے کہاں یہ ہوا کرتا تھا آج تک مجھے تو معلوم نہیں ہوسکا۔ دینی علوم اور سائنس پڑھانے والا مدرسہ چند مخصوص طلباء کو لے کر بھاری تنخواہوں پر اساتذہ رکھ کر اگر کسی بورڈ میں پوزیشن لے لے گا تو پھر تو کیا بات ہے۔ اخباروں میں خبریں، کالم، مضامین، ٹی وی پہ انٹرویو، چینلز پر بلے بلے، وزیروں، سفیروں، روشن خیال افسروں کے دورے اور میڈلز، غرض اس فتنے کو اتنا اچھالا جائے گا کہ مدارس والے بے چارے مرعوب ہو کر انہیں واقعی ''نمونہ'' سمجھ لیں گے اور پھر ان کے پروگراموں میں آکر ان کی تعریفوں کے ایسے پل باندھیں گے کہ امام بخاریؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، حافظ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ اور اس طرح دیگر علمائے اسلام کی روحیں پکار پکار کے کہیں گی کاش ہم بھی ۲۱ ویں صدی میں پیدا ہوتے اور صرف ونحو کے ساتھ فزکس، کیمسٹری پڑھ کر اسی طرح داد وصول کرتے جسے ان ماڈرن اور روشن خیال مدرسے والوں کو مل رہی ہے۔ ہم نے صرف دینی علوم میں خواہ مخواہ ہی اپنا وقت لگا دیا۔ ساری زندگی لگا کے بھی ہم رجل العصر نہ بن سکے۔ انہیں کیا معلوم کہ ۲۰ ویں صدی میں آنے والے علمائے کرام جو علم کے پہاڑ تھے وہ بھی Man of the day نہ بن سکے۔ روشن خیالوں کے نزدیک مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، علامہ بنوریؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا الیاسؒ، مولانا یوسفؒ، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ، مولانا نظام الدین شامزئیؒ، مولانا حق نوازؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، مولانا طارق جمیل کا شمار بھی رجل العصر میں نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ان سب حضرات نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ آرٹس کے مضامین میں میٹرک، ایف اے اور بی اے نہیں کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم عالمی پروپیگنڈے کا شکار ہو چکے ہیں۔ مغرب کو خوش کرنے کے لئے ہم اپنا بے پناہ نقصان کر رہے ہیں، انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ مدارس جس مقصد کے لئے بنے ہیں انہیں اس مقصد میں کامیابی کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں دینی علوم پر، اخلاق کردار اور تربیت پر اثر پڑتا ہے تو بے شک پڑے لیکن جو ہم چاہ رہے ہیں اس کو اپنے ہاں لازماً داخل کرو جب تک ایسا نہیں کرو گے ہم تم سے خوش نہیں ہوں گے اور سرِ عام تمہیں دہشت گرد اور بنیاد پرست کہتے رہیں گے اور دقیانوسی کا الزام بھی تم پر لگاتے رہیں گے۔

سروے رپورٹ میں یہ بات بھی سامنے آئی تھی پاکستان کے اکثر ''جدت پسند مذہبی سکالر'' دانشور، کالم نگار، جرنیل، سیاست دان، اور روشن خیال افسران شعوری یا غیر شعوری طور پر مدارس کے خلاف بنائے گئے اس منصوبے میں امریکہ اور یورپ کے معاون ثابت ہوں گے بلکہ کچھ علماء کرام بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اس منصوبے کا حصہ بن جائیں گے اور اگر ایسا ہو گیا تو یہ سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔ اگر آپ کسی ماڈرن مدرسے کے کسی پروگرام میں شریک ہوں تو آپ کے کان اور آپ کی آنکھیں میری باتوں کی گواہی دیں گی۔ ایسے روشن خیال مدارس سے اٹھنے والے فتنوں

سے جو شخص قوم کو آگاہ کرے گا اس پر جھوٹے فتوؤں کے علاوہ کوئی بڑا فتویٰ بھی لگ سکتا ہے چونکہ پبلک کو بلکہ بعض خواص کو بھی اصل صورت حال کا علم نہیں ہوتا اس لئے وہ روشن خیالوں کے مکروفریب میں پھنس جاتے ہیں۔ میرے دوست کا کہنا ہے کہ ایسے لوگوں کو سامنے آکر بات نہیں کرنی چاہیے انہیں اپنے طلباء اور متعلقین کو جھوٹی کہانیاں سنا کر گمراہ نہیں کرنا چاہیے اگر ان میں اخلاقی جرأت ہے تو کسی مشترکہ پلیٹ فارم پہ آکر روبرو بات کریں، مگر سچ یہ ہے کھوکھلے اور کھوٹے لوگ کبھی سچ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میرا دوست اور بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے روک کر سوال کیا امریکہ اور یورپ کے اس خطرناک منصوبے سے بچا کیسے جا سکتا اس لئے کہ یہ بہت حساس مسئلہ ہے اگر کچھ عرصہ تک یہی سلسلہ چلتا رہا تو مدارس کا نظام اور نصاب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا اور آئندہ چند برسوں میں اگر چند بڑے علماء کرام ہم سے رخصت ہو گئے تو پھر روشن خیالی کے سیلاب کو روکنا کافی مشکل ہو جائے گا اس لئے کہ اس فتنے کی جڑیں ہمارے اندر پھیل رہی ہیں۔

میرے دوست نے بتایا ''اس کا حل یہ ہے ہمارے ایک روشن خیال مذہبی اسکالر نے انگلینڈ کے ویزے کے لئے درخواست دی جو مسترد ہو گئی۔ اسکالر صاحب کو بڑا سخت رنج ہوا لیکن ساتھیوں کے سامنے وہ اپنا رنج ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے فرمانے لگے میں تو دعا مانگتا رہا اے اللہ! مجھے کافروں کے ملک مین نہ لے جا۔ اچھا ہوا خدا نے مجھے کافروں کے ملک میں جانے سے بچالیا۔ ساتھی ''کاکے'' تو نہیں سب کچھ سمجھے تھے لیکن منہ پر کچھ کہنا خلاف مصلحت سمجھے تھے۔ محفل برخواست ہوئی تو باہر آکر سب کانوں کو ہاتھ لگانے لگے۔ ایک صاحب کہنے لگے پورا زور لگانے کے بعد ویزہ نہیں لگا تو اب خدا کو درمیان میں لے آئے ہیں۔ میں نے کہا انتظار کرو یہ پھر ٹرائی کریں گے سو ایسا ہی ہوا، مگر اس ٹرائی میں زیادہ عمل دخل جدت پسندی اور روشن خیالی کا تھا اگر آپ میں سے کوئی انگلینڈ یا امریکہ جانا چاہتا ہے تو مدارس کے نظام میں اصطلاحات کی بات کرے اگر مزید ممکن ہو تو دینی علوم کے ساتھ عصری علوم شروع کر دے اور ہر محفل میں مدارس کے نظام پر تنقید کرے نتیجاً انگلینڈ یا امریکہ کا کوئی سفارت کار آپ کے ہاں پہنچ جائے گا اگر آپ تھوڑے ہوشیار ہیں، موقع سے فائدہ اٹھانا جانتے ہیں، کسی کو قابو کرنا جانتے ہیں سچ جھوٹ اور جائز ناجائز کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے تو آپ سمجھیں آپ کی لاٹری نکل آئی، آپ اس انگریز کے بچے کے ساتھ تصویر بنوائیں اور ویزے کے لئے اپلائی کر دیں چند دن کے اندر اندر ویزہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اگر فی الوقت آپ کے لئے یہ ممکن نہیں تو جیلوں کا دورہ کریں اور کوئی ایسا قیدی تلاش کریں جس کی نیشنلٹی یورپ یا امریکہ کی ہو آپ اس کی رہائی کے لئے کوشش کریں اگر پانچ سات لاکھ جیب سے لگانے پڑیں تو بھی کوئی بات نہیں البتہ اس کی تصویر اپنے پاس رکھیں اور ہر ایک کو بتائیں دیکھیں جی میں اس مظلوم کی مدد کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی جیب سے لاکھوں روپے لگا دیئے ہیں اور اس کی رہائی کی کوشش میں اب میری جان کو بھی خطرہ ہے

اگر آپ نے یہ چکر چلالیا تو آپ یقین کرلیں آپ کا ویزہ لگ گیا اگر آپ مزید گُر جاننا چاہتے ہیں تو میں آپ کو ایسے روشن خیال مذہبی سکالروں کے ایڈریس دے سکتا ہوں آپ ان سے ملیں آپ کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا، آپ چند دنوں میں زمانے کے آدمی بن جائیں گے۔ یہ باتیں مجھے میرے دوست عبیداللہ ہزاروی نے بتائیں جو ہماری گفتگو کے دوران آٹپکا تھا۔

ہاں تو میرا دوست بتا رہا تھا مدارس کے خلاف ہونے والے اس منصوبے سے بچا کیسے جاسکتا ہے۔ ''مدارس کو دینی علوم میں کمی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ممکن ہو تو مزید دینی علوم کا اضافہ کیا جائے تبلیغی مدارس کی طرح سال کے اختتام تک مکمل نہ ہونے والی کتابوں کو مکمل کرنے کے بعد اگلے سال کی کتابیں شروع کی جائیں۔ اس وقت اصل مسئلہ تعلیمی معیار اور تربیت کا ہے فراغت کے بعد سو میں سے بمشکل دس طلباء تدریس کے قابل ہوتے ہیں۔ لہٰذا تعلیمی معیار اور کردار سازی پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اچھے اخلاق، کردار اور بہتر تعلیمی استعداد کے حامل علماء، قراء اور حفاظ کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ ان خصوصیات کا حامل کوئی عالم، حافظ یا قاری فارغ نہیں ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے مدارس کو اپنے بنیادی مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔ آج چونکہ مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے اس لئے مسائل جنم لے رہے ہیں اور غیروں کو تنقید کا موقع مل رہا ہے۔ کمزور اخلاق، کردار اور تعلیمی استعداد کے حامل فضلاء دنیاداروں کے چنگل میں آجاتے ہیں۔ دنیاداروں پہ انحصار کرنا ان کی مجبوری بن جاتی ہے۔ مسجد یا مدرسے کی کمیٹی کے حاجی صاحب، خان صاحب، راجہ صاحب، ملک صاحب اور میاں صاحب جیسے کہتے ہیں انہیں ویسا ہی کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ انکار کی صورت میں نوکری جانے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن میں نے دیکھا ہے وہ علماء جو اپنے فن میں ماہر ہیں اور متقی ہیں دنیا ان کے قدموں میں آکے گرتی ہے۔ اس وقت مدارس میں چونکہ اتنی محنت نہیں ہو رہی جتنی ہونی چاہیے لہٰذا اس باغ میں جڑی بوٹیوں اور کانٹے دار جھاڑیوں نے بھی سر نکالنا شروع کردیا ہے۔ تاہم ساری کمیوں کے باوجود ہم علماء کو سلام کرتے ہیں کہ انہوں نے تمام مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود ایک اچھا نیٹ ورک قائم کررکھا ہے۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا ''علماء کو دوسرے شعبوں میں بھی آنا چاہیے'' میں نے جواب دیا اس طرح تو ذہین اور قابل لوگوں سے مدارس خالی ہوجائیں گے۔ اگر آپ کے فارمولے پہ عمل ہوتا تو آج شیخ سلیم اللہ خان صاحب کسی یونیورسٹی میں پروفیسری کرکے ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کسی بینک میں ڈائریکٹر ہوتے، مولانا حنیف جالندھری صاحب فوج میں کرنل ہوتے، مفتی عبدالرحیم صاحب ڈی آئی جی ہوتے، مولانا طارق جمیل صاحب ملتان ہسپتال میں ہارٹ اسپیشلسٹ ہوتے، مولانا حسن جان صاحب درویش مسجد میں حدیث پڑھانے کی بجائے محکمہ زراعت میں اعلیٰ افسر

ہوتے، ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب ٹی این ٹی میں ڈائریکٹر ہوتے، مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب واپڈا میں ایکسیئن ہوتے، مفتی رشید احمد صاحب کراچی یونیورسٹی میں کسی شعبے کے ڈین بن کر اس دنیا سے چلے جاتے، مولانا الیاس احمد صاحب زمیندار بن کر کروڑوں روپے کماتے اور آج ان کا نام بھی کسی کو معلوم نہ ہوتا، مفتی شفیع صاحبؒ ملیں چلاتے اور میاں صاحب بن کے دنیا سے رخصت ہو جاتے۔

دراصل جب مادہ پرستی عام ہو جائے اور سوچ کا زاویہ بدل جائے تو اچھے خاصے دین دار، سمجھ دار اور ذہین لوگ بھی پراپیگنڈے کا شکار ہو کر الٹی سیدھی مارنے لگتے ہیں۔ خیر تو اس کا حل ایک تو یہ ہے کہ مدارس اپنی اصل پہ آجائیں۔

دوسرا حل یہ ہے کہ چھٹیوں کے دوران طلباء کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا پروگرام ترتیب دیا جائے۔ اڑھائی مہینوں کی چھٹیوں میں طلباء میٹرک، ایف اے اور بی اے کی آسانی سے تیاری کر سکتے ہیں بلکہ اتنی قابلیت حاصل کر سکتے ہیں کہ پاکستان کے تمام بورڈوں میں جنرل گروپ میں تمام پوزیشنیں بھی انہی کی ہوں گی۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔ فیڈرل بورڈ میں اس سال یعنی 2006ء میں ۴۸ ہزار ۵۸ امیدواروں نے میٹرک کا امتحان دیا۔ میٹرک کی سطح پر فیڈرل بورڈ کے ساتھ ملحق اداروں کی تعداد ۷۲۳ ہے ان ۷ سو ۲۳ تعلیمی اداروں میں آرٹس پڑھنے والے طلباء کی تعداد صرف اور صرف ۸۴۴ تھی جی ہاں صرف ۸ سو ۴۴ یعنی فی ادارہ ایک اشاریہ دو طلباء نے 2006ء میں میٹرک کی سطح پر آرٹس پڑھی۔ آپ خود اندازہ لگائیں اتنی کم تعداد میں آرٹس پڑھنے والے طلباء پر کیا توجہ دی جاتی ہوگی۔ ۷۲۳ سکولوں میں سے ۷۰۰ ایسے ہیں جن میں سرے سے آرٹس میں داخلہ ہی نہیں دیا جاتا۔ تقریباً یہی صورتحال باقی بورڈوں کی ہے۔ اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آپ اولیٰ یا ثانیہ پاس طلباء کو اڑھائی ماہ آرٹس کے مضامین پڑھا دیں تو پورے یقین سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ سب بورڈوں میں پہلی کئی پوزیشنیں مدارس کے طلبا لے لیں گے۔ اس کا فائدہ کچھ ہو یا نہ ہو البتہ سازشیوں کی سازش ناکام ہو جائے گی۔ تاہم میرے نزدیک یہ صورت زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اصل یہی ہے کہ مدارس میں جس مقصد کے لئے قائم کئے گئے ہیں ان مقاصد پر نظر رکھنی چاہیے اور انہیں مقاصد کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ اس حوالے سے جامعہ فاروقیہ، بنوری ٹاؤن، دارالعلوم کراچی، خیر المدارس، جامعہ امدادیہ، جامعہ فریدیہ، اکوڑہ خٹک اور دیگر بڑے مدارس کے علاوہ تبلیغی مدارس کا کردار قابل تحسین ہے۔

پھر میں نے اپنے دوست کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اتنی تفصیل سے مجھے اتنی اہم باتیں بتائیں۔

☆......☆......☆